رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے
سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

جلد ۵ | ۲۶ جنوری ۱۹۱۸ء | شنبہ | مطابق ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ | نمبر ۶۰

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ حضور نے ۲۲ جنوری ۱۹۱۸ء بوقت عصر مسجد اقصیٰ میں خدمت دین کے لئے زندگی وقف کرنے کے متعلق ایک تقریر فرمائی۔ جو انشاء اللہ آئندہ درج اخبار کی جائیگی۔

ڈاکٹر فضل الدین صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ کا نکاح میاں عبد اللہ صاحب درزی کی ہمشیرہ حلیمہ بیگم سے ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح نے پڑھا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔

اخبار احمدیہ

گورنمنٹ برطانیہ کی کامیابی کیلئے دعا

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ماتحت سکرٹری صاحب صدر انجمن قادیان نے الفضل کے کسی گذشتہ پرچہ میں عساکر برطانیہ کی کامیابی کے لئے ۱۸ جنوری بروز جمعہ دعا کرنے کے لئے جو تحریک شائع کرائی تھی اس کے متعلق اس وقت تک ہندوستان اور پنجاب کے مختلف مقامات سے دعا کرنے کی اطلاعیں وصول ہو رہی ہیں

تبلیغی ٹریکٹوں کے متعلق اطلاع

احباب کو معلوم ہے کہ تشحیذ الاخوان لاہور کی طرف سے ماہوار تبلیغی ٹریکٹوں کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ جو بعض وجوہات کے سبب کچھ عرصہ تک بند رہا۔ اب خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے انجمن نے اس سلسلہ کو پھر جاری کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لئے گذارش ہے کہ بیرونی جماعتوں کے افراد یا سکرٹری صاحبان جو ان ٹریکٹوں کو اپنے حلقوں میں تقسیم کرنا چاہیں۔ وہ مندرجہ ذیل پتہ پر خاکسار کو اطلاع دیں کہ کس قدر ٹریکٹ ان کو ماہ بماہ بھیجے جایا کریں۔ تا کہ ان کی ضرورت کو مد نظر رکھ کر ٹریکٹ کی تعداد چھپوائی جاوے جو صاحب اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے انجمن کے معاونین میں شامل ہونا چاہیں ان سے ٹریکٹوں کی قیمت عہ فی سیکڑہ لی جاوے گی۔ اور اس قیمت کے لحاظ سے مستقل خریداروں کو ٹریکٹ ماہ بماہ بھیجے جایا کرینگے مستقل خریدار قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجیں یا وی پی کرنے کی اجازت دیں۔ خط و کتابت کرنے والے صاحبان ... [illegible]

بخیریت واپسی

کپورتھلہ کی امپریل سروس فوج افریقہ میں لڑائی پر گئی ہوئی تھی اور واپس آگئی ہے۔ اس میں جماعت کپورتھلہ کے دو احباب جن کے نام مولوی دین محمد صاحب کلرک۔ اور میاں رحمت اللہ خاں صاحب حوالدار بھی شامل تھے۔ جو تین سال کے بعد بخیریت کے ساتھ تشریف لے آئے ہیں۔

(عبدالسمیع از کپورتھلہ)

بذریعہ رویاء غیر مبایعین سے قطع تعلق

یا امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ بعدہٗ درخواست دعا کے عرض ہے کہ مجھے بروز جمعہ خواب آئی کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح اول تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور مجھے معلوم نہ تھا کہ آج جمعہ ہے۔ میں نے سنا ہوا تھا کہ حضور نے باآواز بلند اذان فرمائی۔ اور لباس صوفیانہ پہنا ہوا تھا میں نے عرض کی کہ حضور نے آج بلند آواز سے اذان فرمائی ہے کیا وجہ ہے۔ حضور نے فرمایا آج جمعہ کا دن ہے۔ اس واسطے اذان بلند آواز سے دی ہے۔ حضور کے ساتھ قریبًا ۴۰ آدمی جمعہ میں تھے اور یکرنگ لباس پہنے ہوئے تھے۔ جو صوفیانہ تھا۔ کچھ آدمی انگریزی وضع کا لباس پہنے ہوئے مسجد سے باہر چند قدم پرالگ کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا حضور یہ چند آدمی کیوں الگ کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لاہوری جماعت کے لوگ ہم سے برگشتہ ہوگئی ہے۔ تب میں بیدار ہوا اور ایک آدمی سے پوچھا کہ آج کونسا دن ہے۔ تو معلوم ہوا جمعہ کا دن ہے یہ خدا کا فضل میرے پر ہوا۔ کہ اس سے پہلے میرے خیال لاہوریوں کی طرف راغب تھے۔ اور اب میں نے دل سے یقین کرلیا ہے۔ کہ آپ حق پر ہیں اور لاہوری برا ہیں۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خواب سچی ہے۔ میں جھوٹ نہیں کہتا۔ (خاکسار غلام حسین سکنہ ہوڈی تحصیل شاہپور)

ولادت

برادرم حسین صاحب ساکن ڈریرہ۔ میاں نظام الدین صاحب ساکن شرووہ۔ میاں احمد صاحب ساکن کوٹ ملک۔ حشمت خاں۔ میاں غلام نبی صاحب ساکن چھینیرت۔ شاہ نواز صاحب کو [illegible] ہاں خدا کے فضل سے اولاد نرینہ تولد ہوئی۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ اور خادم دین بنائے۔

نماز جنازہ

میاں خدا بخش صاحب نے چک نمبر ۶۰ ڈاکخانہ راوتیانی میں بڑودم شیر محمد خاں صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے میر پور ریاست کشمیر میں وفات پائی۔ نیز مسمیٰ سلام اللہ صاحب و حافظ کرم الٰہی صاحب فوت ہوگئے۔ احباب ان سب کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اور دعائے مغفرت کریں۔

احمدی احباب کو اطلاع

اکثر اوقات بعض دوستوں نے مجھے قادیان میں بھی۔ اور سفر میں بھی یہ کہا ہے کہ ہمیں اپنے گاؤں کے لئے کوئی معلم چاہئے۔ میں نے ان سے یہی وعدہ کیا کہ جب کوئی میسر آئیگا پیش کرونگا پس ہر ایک ایسے دوست کی خدمت میں جس نے کبھی مجھ سے ایسی درخواست کی ہو۔ یا انہیں ضرورت ہو۔ گو مجھے نہیں کہا یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ ان دنوں ایک احمدی دوست جو میرے عزیزوں میں سے ہیں فارغ ہیں۔ ان کی لیاقت علاوہ احمدی مومن ہونے کے یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں اور طب قادیان میں حضرت خلیفۃ اول کی صحبت میں رہکر پڑھی ہے۔ اور تقریبًا بارہ سال سے اس فن میں مشغول ہیں۔ یونانی انگریزی دونوں علاج جانتے ہیں۔ وہ کسی ایسے گاؤں یا قصبہ میں رہنا چاہتے ہیں۔ جہاں احمدی احباب ہوں۔ اور ان سے خود بھی روحانی جسمانی نفع حاصل کریں اور دوسروں کے لئے بھی نفع رسانی کی کوشش کریں۔ پس جن احباب کو ان کی ضرورت ہو۔ وہ براہ راست میرے ساتھ خط و کتابت کریں۔ مزید حالات کا خطوط کے ذریعہ سے فیصلہ ہو جائیگا۔ والسلام۔

(خاکسار حافظ روشن علی۔ از قادیان)

قاضی فضل احمد لدھانوی کا مقدمہ خارج

احباب کو معلوم ہے کہ قاضی فضل احمد صاحب لدھانوی کی طرف سے ازالہ حیثیت عرفی کا ایک مقدمہ اخویم شیخ محمد شفیع صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کے خلاف ایک اشتہار کی بنا پر قریبًا سوا سال سے دائر تھا۔ اس کے متعلق ہمارے پاس اطلاع پہنچی ہے کہ ۱۲۔ ماہ حال کو خارج ہو گیا ہے الحمد للہ۔ عدالت نے مقدمہ کا طویل فیصلہ لکھا ہے۔ جو ہمارے حق میں مفید۔ اور دشمن کے سخت خلاف ہے۔ اس فیصلہ کی مصدقہ نقل عنقریب انشاء اللہ رسالہ کی صورت میں شائع کی جائیگی۔ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قاضی فضل احمد صاحب کو اس مقدمہ میں کس قدر ناکامی حاصل ہوئی ہے۔

ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے احمدی احباب توجہ فرمائیں

اخویم بابو محمد عثمان صاحب احمدی رحمت منزل احاطہ خان فقیر محمد خاں لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وہ احمدی بھائی جو ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں متفرق طور پر ایک ایک دو دو پھیلے ہوئے ہیں مجھے اپنے نام اور پتہ سے اطلاع دیں۔ میں ایک مذہبی ضرورت کے لئے ان احباب کی یادداشت رکھنا چاہتا ہوں۔

چونکہ احمدی احباب کا آپس میں تعارف پیدا کرنا نہایت ضروری اور بہت سی برکات اور فوائد کا موجب ہو سکتا ہے اس لئے امید ہے۔ کہ ہمارے بھائی بابو محمد عثمان صاحب کی برادرانہ گذارش پر صوبہ متحدہ کے احمدی احباب ضرور توجہ فرمائیں گے اور اپنے پتہ سے انہیں آگاہ کریں گے۔

وی پی آتے ہیں

جن خریداران الفضل کا چندہ ماہ جنوری میں ختم ہوتا ہے ان کے نام فروری کا پہلا پرچہ وی پی ہوگا۔ بصورت وی پی وصول نہ کرنے کے اخبار تا وصولی چندہ امانت رہیگا۔

خریداران الفضل

جو ہندوستان سے باہر ہیں

میں کئی ماہ سے مسلسل نوٹس دے رہا ہوں اور خطوط بھی بھیجے ہیں۔ کہ جو صاحب ایسے مقامات پر ہیں جہاں وی پی نہیں جا سکتے۔ افریقہ میں ہیں۔ یا میدان جنگ میں ہیں۔ براہ مہربانی وہ اپنے اپنے ذمہ کا بقایا صاف کریں۔ اور آئندہ کے لئے پیشگی قیمت بھیجیں۔ اب اس نوٹس کے بعد ایسے صاحبوں کے نام اخبار نہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۲۶ جنوری ۱۹۱۸ء

مولوی محمد علی صاحب کے ایک خطبہ جمعہ پر نظر

(از جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی)

دنیا میں مقابلہ بھی ایک عجیب شے ہے۔ جس سے ہر خیر و شر۔ ہر حسن و قبح ہر کمال و نقص کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے۔ ونعم ما قیل ؎

گر نبودے در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ دانستے جمالِ شاہد گلفام را

ہم نے بارہا اپنے سید و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حضور میں حاضر ہو کر آپ کے اخلاق اور حالات کا تجربہ کیا ہے۔ جس سے ہم علیٰ وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کی زندگی ایک نہایت ہی اعلیٰ اور پاک زندگی ہے جس کے ساتھ آپ باوجودیکہ دنیا کے اندر دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن قلبی سرور اور راحت اور طمانیت نفس۔ اور اطمینان کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے ہر وقت جنت الفردوس میں نظر آتے ہیں۔ آپ کا کام ہر وقت اعلاء کلمۃ اللہ اور جماعت کی اصلاح اور سلسلہ کی ترقی کے متعلق توجہ اور کوشش ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص عناد اور حسد۔ عداوت اور کینہ وغیرہ اخلاق قبیحہ سے واقف ہی نہیں۔ گاہے اگر حاضرین مجلس سے غیر مبائعین کے متعلق کوئی بات پیش کر دے۔ خواہ وہ کیسی ہی رنجدہ کیوں نہ ہو۔ اس پر جب کبھی بھی آپ کچھ فرماتے ہیں۔ تو ایسے وقار اور سنجیدگی سے۔ کہ جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ اس شخص کا قلب کس قسم کی راحت و مسرت سکینت و طمانیت سے لبریز ہے۔ اور اعدا کی عداوت اور عناد سے ذرہ بھر متاثر نہیں ہوتا۔

لیکن دوسری طرف مولوی محمد علی صاحب کو دیکھو کہ آپ کا سارا زور خواہ وہ تقریر کے رنگ میں ہو خواہ تحریر کی صورت میں حضرت ممدوح کی مخالفت میں صرف ہو رہا ہے۔ حسد و عناد نے آپ کے تن بدن میں ایک آگ سی لگا دی ہے۔ کہ جس سے جب تک آپ کسی مجلس میں خواہ وہ پبلک جلسہ ہو۔ خواہ نماز اور خطبہ جمعہ کا خاص اجتماع ہو۔ خدا تعالےٰ کے محمود اور حضرت مسیح موعود کے پیارے موعود کو مذموم نہ کہہ لیں۔ آپ کو چین نہیں آتا۔ اور جب تک آپ کسی نہ کسی رنگ میں برا بھلا کہہ کر اپنا بخار نہ نکال لیں۔ آرام نہیں لیتے۔

آپ کا ۲۸-دسمبر ۱۹۱۷ء کا خطبہ جمعہ جو ۳ جنوری کے پیغام میں شائع ہوا۔ اس میں بھی آپ نے حضرت ممدوح کے متعلق اسی نہج پر سخن طرازی کو کام فرمایا آپ کھڑے ہوتے ہیں خطبہ جمعہ کے لئے اور عنوان خطبہ میں پیش کرتے ہیں۔ آیت ذیل کو کہ من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوٰۃً طیبۃً ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔ اور نتائج میں ذکر چھیڑا ہے۔ خواجہ حسن نظامی۔ اور حضرت میاں صاحب کا۔ گویا بتایا ہے کہ آیت کریمہ میں جس ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ حیات طیبہ اور اجر احسن قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ فیصلۂ حق کے لئے خدا تعالیٰ کی جناب میں مباہلہ کے رنگ میں دعا کرنے کا کوئی تعلق نہیں۔ اور ان معنوں میں گویا انبیاء اور اولیاء اور صلحاء میں سے جس نے بھی مباہلہ کیا۔ اس نے ایمان اور عمل صالحہ کے خلاف کیا۔

کیا مباہلہ علم و عقل کے خلاف ہے

آپ فرماتے ہیں۔ "زید و بکر کا مباہلہ اسلام کی صداقت کا معیار نہیں۔ کسی کی زندگی سے اسلام کی سچائی ثابت نہیں ہو جاتی" اگر یہ درست ہے تو پھر معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ بقول مولوی محمد علی صاحب عبث اور بالکل فضول ہے۔ کیونکہ جب مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک مباہلہ اسلام کی صداقت کا معیار ہی نہیں تو پھر اس ارشاد مباہلہ میں گویا خدا تعالےٰ نے ایک فضول امر کو پیش کیا ہے۔ جس کا وجود اور عدم معیار صداقت کے لئے مساوی اور برابر ہے۔ العجب ثم العجب۔ دوستو ذرا غور کرو۔ اہل اللہ کی مخالفت اور عداوت کے نتائج میں کیا کیا الحاد پیدا ہو رہے ہیں۔ .... ایک ایم۔ اے اور مدعی امارت اور حال فاعتبروا یا اولی الابصار

پھر آپ فرماتے ہیں۔ "اسلام کی صداقت ان دلائل بینہ پر ہے۔ جو علم و عقل کے عین مطابق ہیں۔ نہ کسی کی زندگی اور موت پر" گویا ارشاد مباہلہ بقول مولوی صاحب نہ علم کے مطابق ہے۔ نہ عقل کے اور فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی جناب پر چھوڑنا۔ اور حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور درخواست کرنا یہ طریق فیصلہ خلاف علم و عقل ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست خدا جانے مولوی صاحب کو یہ عجیب علم اور عقل کہاں سے میسر آیا۔ کہ جس کی بنا پر آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی مخالفت میں بڑھتے بڑھتے حضرت مسیح موعود کی تغلیط کے بعد آج قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کی وحی کی بھی تغلیط کرنے لگ گئے ہیں۔ مولوی صاحب کے نزدیک علم و عقل کے مطابق فیصلہ کا معیار وہی ہو سکتا ہے۔ جو ان کے اپنے مذاق کے مطابق ہو۔ اور اگر آپ کے ذوق فاسد کے خلاف ہو تو خواہ

قرآن کریم کے نصوص صریحہ سے ہی کوئی معیار کیوں نہ ثابت ہو۔ آپ اُسے کبھی علم و عقل کے مطابق کرنے کے لئے تیار نہیں۔

کیا رسول کریم کو ایک خاص قوم کے علاوہ اور کسی سے مباہلہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔

پھر آپ فرماتے ہیں "دیکھئے محمد رسول اللہ صلعم کو بھی مباہلہ کا حکم ایک خاص قوم کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ باقی قوموں کے ساتھ آپ کو بھی مباہلہ کا حکم نہیں ہوا" اس کے متعلق ہم مولوی صاحب موصوف سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ باقی قوموں کے ساتھ رسول کریم کو مباہلہ کرنے سے کس آیت میں منع کیا گیا۔ اور یہ استدلال آپ نے کہاں سے کیا ہے۔ آیت مباہلہ میں تو فقرہ فمن حاجك اور فقرہ من بعد ما جاءك من العلم اور فقرہ ثم نبتهل فنجعل لعنت الله على الكاذبين سے صاف عیاں ہے کہ یہاں کسی قوم کی خصوصیت نہیں۔ بلکہ یہ ارشاد کیا بلحاظ محل خطاب اور کیا بلحاظ محل وضع عام ہے۔ اور ہر ایسا شخص جو الٰہیات کی صداقت میں دلائل قطعیہ یقینیہ کے بعد بھی جھگڑا کرے اور دلائل کے سننے کے بعد بھی کذب سے باز نہ آئے اس کے ساتھ مباہلہ کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اس کا عموم لفظ ابناءنا و نساءنا و انفسنا کے قرائن سے بھی ظاہر ہے۔

ان کی شمولیت مباہلہ ان کے لئے بھی جواز کی صورت پیدا کرتی ہے۔ ورنہ مباہلہ کے لئے ان کی شمولیت کو ضروری قرار دینا چہ معنی دارد۔ کیونکہ جب تقابل مباہلہ میں فریقین کا ہر شخص نبتهل اور نجعل لعنت الله على الكاذبين کے اثر سے برابر حصہ لیتا ہے۔ تو پھر اس میں کسی کی خصوصیت کاہے کی ہوئی۔ پس جب کبھی اور جس زمانہ میں بھی اہل حق کے مقابلہ میں جو آنحضرت کے حقیقی وارث ہیں۔ کوئی مخالف حق جھگڑا کرنے والا کھڑا ہو۔ اور باوجود امر صداقت کی حقیقت پر دلائل یقینیہ کے سننے کے تکذیب اور مخالفت سے باز نہ آئے۔ تو اس کے لئے فیصلہ کا آخر طریق مباہلہ اور صرف مباہلہ ہی ہوگا۔ اور مباہلہ کا ماحصل بجز اس کے نہیں کہ اللہ تعالےٰ جھوٹے اور سچے کے درمیان صدق اور کذب کی برکت اور نحوست کے ذریعہ فیصلہ کا اظہار فرما دے۔ اور یہ وہ طریق فیصلہ ہے کہ جو دنیا کے تمام فیصلوں سے بہت ہی اعلیٰ اور مضبوط ہے۔ مگر افسوس کہ مولوی محمد علی صاحب اسے ایک کھیل سمجھ کر اپنے تئیں ولا تتخذوا آيات الله هزوا کے وعید کے نیچے لا رہے ہیں۔

بے محل استشہاد

پھر آپ فرماتے ہیں "محمد رسول اللہ صلعم جن کی نسبت وعدہ تھا والله يعصمك من الناس احد کی جنگ پر جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی اور بعض لوگ بھاگنے لگے۔ تو کیا زجر ہوتی ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم دیکھو اس عظیم الشان انسان کی بھی (جس کے ساتھ وعدہ بھی ہے) زندگی اور موت کو کسی صدق و کذب کا معیار نہ ٹھہرایا"

مولوی صاحب کی موجودہ حالت کا نمونہ علم دیکھ کر افسوس پر افسوس آتا ہے۔ کہ انھیں کیا ہو گیا۔ ایک بات مفید مطلب اپنے دل میں تجویز کرتے ہیں پھر قرآنی آیات کو توڑ مروڑ کر اس کے تابع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اس کی تردید قرآن کے ہی دوسرے مقامات سے ہو جاتی ہے۔ یہاں آپ نے یہ بات ذہن نشین کر لی ہے۔ کہ کسی کی زندگی اور موت معیار صداقت نہیں ہو سکتا۔ اور کجا آیت وما محمد الا رسول کہ جس کا اس کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور جس آیت کو اس کے ساتھ علاقہ ہے۔ اسے نظر انداز کر رکھا ہے جو یہ ہے۔ قل يا ايها الذين هادوا ان زعمتم انكم اولياء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان كنتم صادقين ولا يتمنونه ابدا بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين اس آیت میں فقرہ فتمنوا الموت ان كنتم صادقين صاف بتا رہا ہے کہ اگر قوم نصاریٰ کو قل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءكم۔ الخ کے ارشاد مباہلہ سے چیلنج دیا ہے۔ تو اس فقرہ سے قوم یہود کو تحدی کے ساتھ مقابلہ میں بلایا ہے۔ اور معیار صداقت موت اور زندگی کو قرار دیا ہے یعنی یہ کہ جھوٹا سچے کے مقابلہ میں اگر سچے سے پہلے ہلاک ہوگا۔ جیسا کہ فقرہ فتمنوا الموت اور فقرہ ان كنتم صادقين سے ظاہر ہے۔ اس آیت سے مولوی محمد علی صاحب کی وہ خود ساختہ بات بھی باطل ہو گئی۔ جس کو بڑے زور سے انھوں نے اس طرح بیان کیا تھا کہ

"محمد رسول اللہ صلعم کو بھی مباہلہ کا حکم ایک خاص قوم کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ باقی قوموں کے ساتھ بھی آپ کو مباہلہ کا حکم نہیں ہوا"

میں حیران ہوتا ہوں کہ مولوی صاحب تفسیر بالرائی پر کیونکر جرأت کر لیتے ہیں۔ کیا انھیں اس کے وعید کا پاس نہیں کہ اس طرح کی جرأت سے کام لیتے ہیں۔

پھر حیرت ہے کہ ایک طرف آنحضرت کے متعلق والله يعصمك من الناس کا وعدہ پیش کر کے آنحضرت کے مامون اور مصئون رہنے کو آپ کی صداقت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف آیت افان مات او قتل کو ایسے طور پر بیان کیا کہ اس سے صداقت پیش کردہ کو جو ایک معیار صداقت کے طور پر پیش کی گئی ہے اور جو ولو تقول علينا بعض الاقاويل الخ کے وعید سے محفوظ رہنے کے معنوں میں آپ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اظہر کرتے ہوئے۔ اس پر پانی پھیر دیا۔ کیا آیت وما محمد الا رسول اور فقرہ افان مات او قتل اس بات کی نفی بتاتا ہے کہ کسی کی زندگی اور موت معیار صداقت نہیں۔ یا ان معنوں میں کہ رسول کی حیثیت رسالت منافی موت نہیں اور نہ ہی ایسے قتل کے منافی ہے جس سے محفوظ رہنے کو رسول کی صداقت کی دلیل نہیں قرار دیا گیا۔ لیکن آنحضرت کے لئے چونکہ قتل سے محفوظ رہنے کا وعدہ تھا۔ اس لئے افان مات او قتل میں مات کو مقدم کرنے سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ آپ کی موت طبعی طور پر ہوگی۔ نہ قتل سے۔ جیسا کہ والله يعصمك من الناس کے

وعدہ سے ظاہر ہے۔ اور واقعات نے اس کی تصدیق بھی کر دی اور لفظ قتل کے لانے سے بہ لحاظ آپ کی بشریت کے امکان ظاہر کیا ہے۔ جس کے اظہار سے وقوع مقصود نہیں۔ بلکہ یہ مقصود ہے کہ رسول ایسا نہیں ہوتا کہ اس کی بشریت موت اور قتل کے منافی ہو۔ کیونکہ غزوہ احد کے موقعہ پر بعض لوگوں کو قُتِلَ مُحَمَّدٌ قُتِلَ مُحَمَّدٌ کی خبر سنکر محض اس لئے استعجاب ہوا تھا کہ محمد صلعم رسول ہو کر قتل کئے گئے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک آنحضرت کا رسول ہونا آپ کے قتل ہونے کے منافی تھا سو اللہ تعالےٰ نے اس آیت سے بتا دیا کہ رسول ہونے کے لحاظ سے منافی نہیں۔ بلکہ وعدہ حفاظت کے لحاظ سے منافی ہے۔ اور احد کے موقعہ پر بھی آپ کا قتل سے محفوظ رہنا وعدہ حفاظت کی وجہ سے ہی ہوا نہ آپ کے رسول ہونے کی وجہ سے کیونکہ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون سے ظاہر ہے کہ ایک فریق رسولوں کا ایسا بھی تھا۔ جو قتل کیا گیا۔ اور وقتلہم الانبیاء اور یقتلون النبیین سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ کہ نبی اور رسول قتل بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ رسول کہ جس کی حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہو وہ قتل نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور آنحضرت اور حضرت مسیح موعود کا قتل سے محفوظ رہنا وعدہ حفاظت کی وجہ سے ہی تھا۔ اور حضرت مسیح موعود کا بھی یہی مذہب ہے کہ سلسلہ کا پہلا اور پچھلا رسول قتل نہیں ہوتا۔ لیکن سلسلہ کے درمیانی رسول قتل ہو سکتے ہیں۔

اب اس صورت میں مولوی محمد علی صاحب کا کسی کی زندگی اور موت کو معیار صداقت نہ قرار دینے کے ثبوت میں آیت موصوفہ کو بطور استشہاد پیش کرنا کس قدر خبط اور غلط سمجھ ہے۔ یہ استشہاد تو تب صحیح ہو سکتا تھا۔ جبکہ اس آیت میں آنحضرت کو کسی ایسے مقابلہ اور مباہلہ سے منع کیا گیا ہوتا۔ جس میں آپ فریق مقابل کے سامنے معیار صداقت کو اپنی زندگی اور مخالف کی موت کی صورت میں پیش کرتے۔ اور اللہ تعالےٰ آپ کو روک دیتا کہ یہ طریق فیصلہ چونکہ غلط ہے۔ اس لئے اسے پیش نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ دوسرے مقام میں فتمنوا الموت ان کنتم صادقین فرما کر مقابلہ میں زندگی اور موت کو معیار صداقت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ جس کے مولوی محمد علی صاحب قولاً اور عملاً منکر ہو رہے ہیں۔

بزدل کون ہے؟

پھر آپ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں "وہ ایک مدت سے اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کی عادی تھی۔ لیکن آخر کبھی وقت آتا ہے۔ جب انسان کو اس چھیڑ چھاڑ کا برا نتیجہ اٹھانا پڑتا ہے۔ کتنا زور تھا مباہلہ پر۔ لیکن جب ایک شخص اس کھیل کے میدان میں آ کودتا ہے۔ تو مصیبت پڑ جاتی ہے۔ تیرہ چودہ شرطیں لگا دی جاتی ہیں۔ مگر خدا تعالےٰ بعض وقت ایسی پکڑ کرتا ہے کہ اس سے چھٹکارا مشکل ہو جاتا ہے اب وہ ساری کی ساری شرطیں اس کھیل کے میدان کے دوسرے پہلوان نے منظور کر لی ہیں۔"

اس عبارت کو پڑھ کر مولوی محمد علی صاحب کے حال زار پر رونا آتا ہے۔ کہ انہیں کیا ہو گیا۔ ان کی عقل کہاں چلی گئی۔ اور ان کا علم کیونکر مسلوب ہو گیا۔ امیر قوم کہلا کر ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ کہ گویا حواس باختہ ہو گئے ہیں۔ کہیں مباہلہ کو جو فیصلہ کا انتہائی اور نہایت ہی معتبر طریق شریعت اسلامیہ نے پیش کیا ہے کھیل قرار دیتے ہیں۔ کہیں چھیڑ چھاڑ کا برا نتیجہ سنا کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کو ملزم قرار دیتے ہیں۔ اور کہیں خواجہ حسن نظامی کے چیلنج کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے لئے مصیبت بتلاتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی طبیعت کی بزدلی اور نامردی پر دوسروں کو بھی قیاس کر لیا ہے۔ لیکن انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ہم سنا دینا چاہتے ہیں کہ۔ اے بزدلی کے فرزندو اور نامردی و ذلت کے حقیر کیڑو وہ مسیح موعود کا موعود اور اولوالعزم فرزند تمہاری طرح بزدل اور نامرد نہیں۔ تم مباہلہ کا نام سن کر حشرات الارض کی طرح اپنے اپنے بلوں میں گھسے جاتے ہو۔ وہ میدان کا بہادر اور دل کا قوی اور جری ہے۔ وہ ہر میدان میں مخالفین کے مقابلہ کے لئے تیار اور حاضر ہے۔ ہاں شریر النفس اور بدلگام لوگوں کے شرائط شریعت حقہ اور سنت نبویہ کے آداب کے خلاف منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ رسول کریم کا خلیفہ برحق اور سچا جانشین ہے لہ جس قدر شرائط وہ پیش کرتا ہے۔ وہ کتاب و سنت کے مطابق پیش کرتا ہے۔ پھر تیرہ چودہ شرائط کے پیش کرنے کا گلہ کیسا۔ کیا ان میں سے کوئی بھی ایسی شرط ہے جو خلاف شریعت ہے۔ کس قدر افسوس ہے کہ حسن نظامی کہ جس کے شرائط کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ اس کا تو کوئی گلہ نہیں۔ بلکہ اسے اس میدان کا پہلوان کہا جاتا ہے۔ اور جو شخص کتاب و سنت کے مطابق شرائط مباہلہ پیش کرتا ہے۔ اس کے متعلق اتنا واویلا مچایا جاتا ہے کہ الاماں۔ کیا اس سے صریح پتہ نہیں لگتا۔ کہ مولوی صاحب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی عداوت اور عناد سے سپند بر انگر اور مثل زیر آتش ہو رہے ہیں۔

مباہلہ کے نتیجہ میں کیا زندگی اور موت معیار صداقت نہیں

پھر آپ فرماتے ہیں۔ "اب مرزا صاحب کی صداقت کا دارومدار محمود کی زندگی اور موت پر آ رہا۔ اب دونوں طرح انہیں مصیبت ہے۔ اگر اس تحریر کے دینے سے انکار کریں۔ تو یہ صاف گریز کی راہ ہے۔ اور کھیل ختم ہو جاتی ہے۔ اور اگر دیں تو کیا انہوں نے مرزا صاحب کو اس لئے قبول کیا تھا کہ محمود زندہ ہے۔ اس لئے مرزا صاحب سچے ہیں۔ اور اب محمود کے مرنے سے مرزا صاحب جھوٹے ہو جائیں گے۔"

یہ کلمات اگر کسی جاہل اور کودن انسان کی زبان سے نکلے ہوتے۔ تو ہمیں اس قدر افسوس نہ ہوتا۔ لیکن افسوس کہ محمد علی صاحب جیسا انسان۔ جو ہمچو من دیگرے نیست کا دعویدار رہے۔ ان کی زبان سے یہ بہت ہی الفاظ نکلے ہیں گویا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ خدا ہے۔ اور ضرور ہے۔ اور وہ قادر مقتدر اور متصرف کامل ہے۔ اور علیم و حکیم اور علیم السر و اخفیٰ کی شان والا ہے۔ اور حق و باطل اور صدق و کذب کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے سب سے بڑھ کر حکم اور عدل اور احکم الحاکمین ہے۔ اب جب خدا کے حضور سے جب

دو فریق اپنے فیصلہ کے لئے تضرع اور ابتہال سے دعا کریں گے۔ تو کیا اس بہت بڑی عدالت کے متعلق یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اس سے فیصلہ خلاف حق صادر ہوگا۔ اور بجائے اس کے کہ جھوٹے کی زندگی میں ہلاک ہو برعکس اس کے سچا جھوٹے کے سامنے ہلاک کیا جائیگا۔ ایسی بدظنی پیامیوں کی طرف سے ہو تو ہو۔ یا ان کے جبلی امیر کی طرف سے۔ جو خدا تعالیٰ کو بھی اپنے ہی اوپر قیاس کرتا ہے۔ ہم احمدی لوگ جو خدا کے فضل سے حضرت سیدنا محمود کے ہاتھ میں ہاتھ دے چکے ہیں۔ اور آپ کے انفاس قدسیہ سے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر چکے ہیں۔ ہمیں تو ایسا گمان نہیں۔ بلکہ ہمارا تو ایمان ہے کہ اگر ایک ادنیٰ سا احمدی بھی تمام دنیا کے مقابلہ کے لئے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے اظہار کی غرض سے میدان مباہلہ میں قدم رکھیگا تو خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود کی حقیقت کی خاطر اس احمدی بندے کو سلامت رکھیگا۔ اور اس کے مقابلہ میں ایک جہان کو ہلاک کر دیگا۔ اور اب تو احمدی جماعت کا امام پیش ہوتا ہے جسے خود خدا نے مسیح موعود کی وحی میں امام ہمام اولوالعزم۔ محمود۔ فضل عمر اور بشیر اور فخر رسل فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے مولوی محمد علی صاحب کا میدان مقابلہ اور مباہلہ سے گریز کی راہ اختیار کرنا بھی محض اسی لئے ہے۔ کہ انھیں مطلق اس بات پر ایمان نہیں۔ کہ کوئی خدا ہے۔ اور وہ اپنے اہل حق بندوں کی دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کیا کرتا ہے۔ اگر ان کا ایمان ہوتا کہ میں حق پر ہوں اور خدا تعالیٰ میری مقابلہ میں ضرور مدد کرے گا۔ تو وہ اس طرح سے گریز نہ کرتے اور نہ خرگوشوں اور شغالوں کی طرح کے عذروں اور بہانوں سے کام لینے میں اپنی نجات سمجھتے۔ بلکہ میدان میں نکلنے کی جرأت کرتے۔ وہ سنیں۔ اور غور سے سن لیں کہ حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ہزاروں دلائل اور سینکڑوں معیار ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی صداقت مباہلہ کے ذریعہ بھی ظاہر ہوتی ہو۔ سو جو شخص مخالفین سے اس طریق سے فیصلہ کو چاہتا ہے۔ ہم ایسے شخص کے ساتھ مباہلہ کرنے کو تیار بھی

تیار ہیں۔ اور ہمارا ایمان ہے اور بالکل سچا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت مسیح موعود کی صداقت اور حقیقت کے اظہار کی خاطر فریق مخالف کو ہمارے مقابلہ میں ہلاک کرے گا۔ اور ضرور ہلاک کرے گا۔

اور یہ گمان کہ شاید احمدی ہی میدان مباہلہ میں ہلاک ہو جاتے پرے درجہ کی خدا تعالیٰ پر بدگمانی بے ایمانی۔ اور بہت بڑا نفاق اور سخت لعنتی خیال ہے اور یہ ایسا ہی خیال ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ شاید خدا تعالیٰ جھوٹ بول دے۔ یا ظلم کر دے سو ہم ایسے خیال پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے یہی سچ ہے کہ سیدنا محمود کا میدان مباہلہ میں زندہ اور سلامت رہنا۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان صداقت ہوگا اور یہ خیال کہ شاید انھیں مقابلہ میں موت آجائے اس لعنتی خیال کو ہم نہیں سن سکتے۔ جو اس خیال سے کم نہیں کہ شاید خدا تعالیٰ ظلم کر دے یا بے انصافی کی راہ اختیار کرے۔ ہاں فریق مخالف اپنے طور تسلی کے لئے ہم سے یہ شرط پیش کرا سکتا ہے۔ کہ اگر ایسا ہو تو یوں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اسے احتمال اور ظن ہے۔ اور ہمیں یقین ہے پس نتیجہ یہی ہوگا کہ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا

مولوی محمد علی صاحب کو موت کا دھڑکا

پھر آپ بیان کرتے ہیں کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں دل سے مرزا کو ایسا سچا سمجھتا ہوں۔ اور اس قدر دلائل آپ کی صداقت پر ہیں کہ ان کے بالمقابل کسی کی موت وحیات کو کوئی وقعت نہیں دے سکتا"

مولوی صاحب نے اپنے اس بیان میں اسی طرح کہا ہے۔ جس طرح کسی کے متعلق کہتے ہیں کہ موت سے بہت ڈرتا تھا اور جب اسماء الحسنیٰ سے اسم ممیت کا ذکر ہوتا تو وہ کہتا کہ میرے پاس صفات باری کا اس قدر علم ہے۔ کہ جس کے بالمقابل صفت ممیت سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت پیش کرنا میرے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ پس ممیت کی بحث میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے۔

سو مولوی صاحب کو بھی اس شخص کی طرح موت کا اس قدر دھڑکا رہتا ہے کہ موت کے ذریعہ فیصلہ کو بھی .... اپنے لئے موت ہی سمجھتے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے جس قدر بھی دلائل ہیں مباہلہ کے رنگ کے دلائل ان سے باہر نہیں ہیں۔ مثلاً ڈوئی کی موت۔ لیکھرام کی موت۔ اسمعیل علیگڑھی کی موت غلام دستگیر قصوری کی موت اور بہت سے مخالفین کی موتیں کہ جن کا ذکر حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی وغیرہ کتب میں اپنی صداقت کے نشانوں میں کیا ہے کیا وہ صداقت کے دلائل میں داخل نہیں۔ اگر داخل ہیں تو اس کے کیا معنے کہ جب اسی قسم کا نشان آپ کے خدام سے ظاہر ہو تو وہ تمہارے نزدیک قابل وقعت ہی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ بعض احمدیوں کا مباہلہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہوا اور حضرت صاحب نے ان کی کامیابی کو اپنا نشان قرار دیا۔

کذب بیانی

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "یہ دوکانداری ہے۔ آج ایک خلیفہ بنایا جاتا ہے کل اس کے کہنے سے ایک نبی بن جاتا ہے۔ اگلے دن سارے مسلمان کافر بن جاتے ہیں۔ لا اله الا الله محمد رسول الله منسوخ"

ان سب کذب بیانیوں کے جواب میں اول تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین عرض کیا جاتا ہے۔ پھر یہ عرض ہے کہ حضرت سیدنا محمود کو خلیفہ کس شخص نے بنایا۔ کیا کسی آدمی نے۔ انسانوں سے خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ گر انجمن کے ممبر کہ جنہیں مدت سے دعویٰ تھا کہ خلیفہ ہم بناتے ہیں .... اور خلیفہ اول کو بھی خلیفہ ہم نے ہی بنایا۔ وہ تو سب کے سب حضرت صاحبزادہ صاحب کے مخالف اور آپ کی خلافت کی راہ میں سخت روک بنے ہوئے تھے۔

اور باقی لوگوں کو خلیفہ گری کا دعویٰ ہی نہیں تھا۔ کہ کوئی شخص خدا کے سوا خلیفہ بنا سکتا ہے۔ پس ایسے حالات کے ہوتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب کا خلیفہ ہونا کیا کسی زمینی طاقت اور کوشش کا نتیجہ ہے۔ یا آسمانی اور ربانی تصرفات کا کرشمہ۔ غور کرو پھر غور کرو۔ اور یہ کہنا کہ کسی کے کہنے سے ایک نبی بن جاتا ہے۔ یہ فقرہ یا تو تجاہل عارفانہ ہے۔ یا اس غضب الٰہی کا نتیجہ جو کسی شامت اعمال سے انسان کے دل اور دماغ کو تباہ اور برباد کر دیتا ہے۔ کیا خبث اور بدطینتی ہے کہ حضرت مسیح موعود کو خود ایک زمانہ تک نبی۔ نبی آخر زمان۔ پیغمبر آخر زمان اور فارسی الاصل نبی لکھ کر آج اس کو افترا کی صورت میں دوسروں کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے۔ تو میں پوچھتا ہوں۔ یہ الفاظ نبی کے جو محمد علی صاحب نے آپ کی نسبت استعمال کئے کیوں کئے گئے۔ اگر یہ افترا تھا تو انہوں نے خود یہ افترا کیوں کیا۔ اور اگر ان کا حضرت صاحب کو نبی کہنا حضرت صاحب کے الہامات اور تحریروں اور آپ کی تعلیم کے مطابق تھا جیسا کہ خلیفہ اول کے عہد تک اسی کے مطابق رہا۔ تو اب عہد خلافت ثانیہ میں وہ افترا کیسے بن گیا پھر یہ تبدیلی عقائد کا الزام کس پر ہم پر یا محمد علی صاحب پر۔ اور جب حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ اور حضور نبی ہیں تو آپ کے منکر مسلمان کیسے۔؟

باقی کلمہ طیبہ کے منسوخ کرنے کا جو الزام ہے۔ اس کے جواب میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کافی ہے پھر وافتراءات سے کاذب کی کذب بیانی اور دروغ گوئی ہے۔ کیونکہ سیدنا خلیفہ ثانی آج تک بیعت لینے کے وقت پہلے کلمہ ہی پڑھاتے ہیں۔ پھر قادیان میں اذان اور نمازوں میں بھی برابر یہی کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ باوجود ان واقعات کے اتنا بڑا غضب کا جھوٹ۔ الامان امیر قوم اور یہ حالت۔ استغفر اللہ استغفر اللہ

خطوکتابت کے وقت چٹ کے نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

خطبہ جمعہ

خدا کے فضل کے مقابلہ میں ہماری کوشش

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۲۴ جنوری ۱۹۱۸ء

حضور نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کر کے فرمایا۔

ہم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل اور احسان ہے کہ وہ بغیر ہماری کسی کوشش اور محنت کے اپنے انعامات اور فضلوں سے ہمیشہ حصہ وافر دیتا رہتا ہے۔ ہم اگر اپنی محنتوں اور کوششوں کو دیکھیں۔ یا اس کی بجائے بہتر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم اپنی غفلتوں سستیوں اور کوتاہیوں کو دیکھیں۔ تو ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے جو فضل اور انعام نظر آتے ہیں وہ حیرت ہی میں ڈال دیتے ہیں۔ ہماری کوشش کیا اور ہماری قربانیاں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضلوں کے مقابلہ میں ایک حقیر چیز ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک تو ان کو حقیر چیز کہنا بھی [illegible] ہے ان کے مناسب الفاظ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے مقابلہ میں کوئی چیز بھی نہیں ہیں۔ جو کہ حقیر چیز کا سا بھی درجہ حقیقت ان کی برائی بیان کرتا ہے۔ یقیناً یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مقابلہ میں کچھ چیز بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ بغیر ہماری محنتوں اور کوششوں کے ہم پر اس قدر فضل اور احسان اور انعام کر رہا ہے۔ تو کیا یہ ہمیں اس طرف متوجہ نہیں کرتے کہ وہ وقت آگیا ہے جبکہ ہمیں اپنی کوشش اور محنت سے کام لینا چاہئے۔ مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے فضل اور عنایتیں ہمیں اس طرف متوجہ نہیں کرتیں کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بہت ترقی بخش نعمتیں مقدر کر رکھی ہیں۔ اور جو کچھ [illegible] ہو رہا ہے۔ وہ ایک [illegible]

ہے۔ جو کھونٹی کے آگے مچھلی پکڑنے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ یا یہ ایک ایسا ہی انعام ہے۔ جیسا کہ ماں باپ بچہ کو پڑھنے کے لئے بھیجتے وقت پیسہ یا مٹھائی دے دیا کرتے ہیں۔ جس طرح وہ پیسہ یا مٹھائی بچہ کے لئے درحقیقت نشان ہوتا ہے اس بات کا کہ اگر تم تعلیم حاصل کرو گے۔ تو بہت زیادہ انعام اور آرام حاصل کرو گے اور یہ چیزیں ان انعاموں کا حصہ نہیں ہوتیں جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ بلکہ وہ ان کے حاصل کرنے کے لئے تحریص دلانے اور برانگیختہ کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس وقت ہم پر جو خدا تعالیٰ کے فضل ہو رہے ہیں۔ وہ آئندہ انعاموں کا حصہ نہیں۔ بلکہ ان کے حصول کے لئے برانگیختہ کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ اب تم خود سوچ لو کہ جہاں یہ ذریعہ ایسا عالی شان ہے۔ وہاں اصل انعام کس رتبہ اور پایہ کے ہوں گے۔ جو کچھ نسبت ان چند پیسوں یا مٹھائی کی ڈلیوں کو ان سکھوں اور انعاموں سے ہوتی ہے جو تعلیم حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ وہی موجودہ فضلوں کو آئندہ ہونے والے فضلوں پر قیاس کر لو۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ جس طرح وہ قلم پنسل یا کتاب یا مٹھائی جو ایک استاد یا باپ لڑکے کو اس لئے دیتا ہے کہ تعلیم حاصل کرے وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد کے فوائد سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتیں۔ اسی طرح ہم پر جو خدا کے فضل اور انعام ہو رہے ہیں وہ بھی آئندہ ملنے والے انعام کے مقابلہ میں معمولی ہیں۔ پس ان ملنے والے انعاموں کو حاصل کرنے کے لئے ہماری جماعت کو چاہئے کہ موجودہ انعامات کی قدر کرے۔

دنیا میں [illegible] ہم سے پہلے نہ اور جہاں تک پہنچانے کے لئے ہماری کیا کوششیں ہیں۔ مگر ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کو دیکھو کہ ہر لمحہ اور ہر گھڑی ہمارا قدم آگے ہی آگے پڑ رہا ہے۔ ہمارے راستہ میں مصیبتیں اور مشکلات تو ایسی ہیں کہ ہمارے آگے [illegible] پیچھے ہٹنا چاہئے۔ مگر جو چیزیں اتنی ہیں کہ ہمارے آگے کھڑا ہونے کے نتیجہ میں جانا چاہئے۔ مگر جب ایک سال گذرتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم کہاں تھے اور اب کہاں پہنچ گئے ہیں۔ ہم [illegible] تھے۔ اپنی کوششوں میں بہت سست بلکہ غافل تھے۔ مگر [illegible] ترقی نے ہمیں پہلے کی نسبت بہت

آگے بڑھا رہا ہے۔ ہماری مخالفت کا تو یہ حال ہے کہ جس طرح دریا کی ایک رو چلتی ہے۔ اور اوپر کی طرف نہیں جانے دیتی۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ زور کے ساتھ ہمارے مقابلہ میں چل رہی ہے۔ کوئی انسان ایک دریا کی رو کے مقابلہ میں نہیں چل سکتا۔ مگر ہمارے مقابلہ میں تو ساری دنیا کے دریاؤں کے دہانے کھول دئے گئے ہیں۔ پھر ہماری کوششوں کا یہ حال ہے کہ گویا ہم سو رہے ہیں۔ مگر جب ایک وقت گذر جاتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے قدم پیچھے نہیں ہٹے۔ بلکہ اور زیادہ آگے بڑھ گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے قدم ہماری کوششوں سے نہیں بڑھ رہے۔ بلکہ کوئی اور ہی طاقت ہے۔ جو انہیں بڑھا رہی ہے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کا فرض ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے خدا کا شکر ادا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید کہ اگر تم شکر کرو گے تو اور زیادہ دونگا۔ اور اگر کفر کرو گے تو میرے پاس سخت عذاب بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل جس قدر ہم پر ہو رہے ہیں اس کا ایک نمونہ تو یہی جلسہ ہے۔ جو ابھی ہوا ہے۔ اس دفعہ بعض واقف کاروں نے کہا تھا کہ پہلے کی نسبت کم لوگ آئیں گے۔ اور اس کی وجوہات یہ بیان کی تھیں کہ (۱) مختلف قسم کی بیماریاں اور عوارض کی کثرت ہے (۲) قحط سالی ہے (۳) پہلے جلسوں میں تو کرایہ میں تخفیف ہو جایا کرتی تھی۔ مگر اب کے اندر بند ہو گیا ہے۔ (۴) بعض جگہ کی ریلیں بند کر دی گئی ہیں۔ یہ تو انسانی اندازے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت میں جو اخلاص اور جوش پیدا کر دیا ہے اس کی وجہ سے اب کے پہلے کی نسبت کئی سو آدمی زیادہ آیا ہے۔ پھر جماعت کے اخلاص۔ قربانی اور جوش میں بھی پہلے کی نسبت بہت زیادتی ہوئی ہے۔ کیا یہ ہماری کسی کوشش اور سعی کا نتیجہ ہے۔ نہیں بلکہ خدا کے فضل اور احسان کا نتیجہ ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر انعام حاصل ہونے پر شکر کرو گے۔ تو میں اسے اور بڑھا دونگا۔ اور اگر نہیں کرو گے تو پھر یہی نہیں کہ انعام ہی چھین لونگا۔ بلکہ عذاب میں مبتلا کر دونگا۔

میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت میں کئی لوگ ایسے ہیں۔ جو صرف جلسہ کے قریب دو مہینہ جاگتے ہیں۔ [illegible] باقی سارا سال سوئے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ یہاں بھی ہیں اور باہر بھی انہیں اس عرصہ میں خیال تک نہیں آتا۔ کہ ہمارا بھی کوئی فرض ہے۔ اور ہمارے ذمہ بھی خدا نے کوئی کام رکھا ہے۔ وہ ایک لمبا عرصہ سوئے رہتے ہیں۔ اور اس ریچھ کی طرح سوتے ہیں جس کے متعلق ہم بچپن میں سنا کرتے تھے کہ چھ ماہ سوتا تھا۔ اور چھ ماہ جاگتا۔ مگر یہ تو دس ماہ سوتے ہیں اور دو ماہ جاگتے ہیں۔ وہ دیکھ لیں کہ ان کے دو ماہ جاگنے پر جب خدا تعالیٰ اس قدر انعام اور فضل کرتا ہے۔ تو اگر وہ سارا سال جاگیں تو کس قدر کرے گا۔ مگر کئی لوگ ہیں کہ جب جلسہ سے واپس جاتے ہیں۔ تو سمجھ لیتے ہیں کہ بس ہمارا فرض ادا ہو گیا۔ اب اگلے جلسہ پر ہی کچھ کریں گے۔ فی الحال آرام کر لیں۔

میں ایسے لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے لئے اس دنیا میں آرام سے بیٹھنے کے دن گئے۔ مومن کو یوں تو ہر وقت اور ہر حالت میں ہی آرام رہتا ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو آرام حاصل نہ تھا۔ جو آرام ان کو تھا۔ اس کا تو اندازہ ہی کرنا مشکل ہے۔ لیکن کیا انہوں نے تلواروں کے نیچے اپنی گردنیں نہیں ڈال دی تھیں۔ کیا وہ دین کے لئے گھر سے بے گھر۔ وطن سے بے وطن۔ رشتہ داروں سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ کیا ان کی جان اور مال خدا کی راہ میں صرف نہیں ہوا تھا۔ یہ سب کچھ ہوا تھا۔ لیکن باوجود اس کے انہیں آرام اور اطمینان حاصل تھا۔ مگر آج کل آرام کے معنی نکما اور بے کار رہنے کے سمجھے جاتے ہیں۔ جو آرام نہیں۔ بلکہ سستی اور عیش پرستی کہلاتی ہے۔ اور یہ مومن کے لئے حرام ہے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ کام کے دن گذر گئے ہیں۔ اور اب ہمارے بیٹھنے کے دن آتے ہیں۔ کیونکہ ان دنوں نے تو انہیں خوب اچھی طرح آگاہ کر دیا ہے کہ تمہارے لئے پہلے سے بھی زیادہ مصروفیت کے دن آ گئے ہیں۔ اور اس طرف بھی متوجہ کر دیا ہے کہ جب تمہیں کوئی کوشش نہ کرنے کی صورت میں اس قدر انعام مل رہے ہیں۔ تو جب ہم کوشش کریں گے اس وقت کس قدر ملیں گے۔ پس جہاں میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ اس سال ہمارا قدم پہلے سے بہت آگے بڑھا۔ وہاں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ جاگ کر سو نہ رہیں۔ بلکہ جاگیں۔ اور کام میں لگ جائیں۔

اس کے بعد میں ان دوستوں کو جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں اسی خطبہ میں آگاہ کرتا ہوں کہ وہ کل صبح کی نماز کے بعد مسجد میں جمع ہوں۔ تاکہ ان کے جو فرائض میں نے سوچے ہیں۔ ان سے آگاہ کیا جائے۔ اور آئندہ کے لئے کام کرنے کا طریق تجویز کیا جائے۔ بیرونی احباب کو بعد میں اطلاع دے دی جائیگی۔ بعض بچوں نے بھی اس سلسلہ میں شامل ہونے کی درخواستیں دی ہیں۔ لیکن ان کے متعلق اسی وقت غور ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ بڑے ہو جائیں۔ اور اس وقت بھی ان میں یہی جوش پایا جائے۔ اس لئے جن کی عمر ۱۶ سال سے کم ہو وہ نہ آئیں۔ اور جن کی اس سے زیادہ ہے۔ اور انہوں نے درخواستیں دی ہیں۔ وہ آ جائیں۔ تاکہ ان کے کام کے متعلق غور اور مشورہ کیا جاوے۔

خطبۂ نکاح

ایک احمدی عمر ۲۰ سال قوم جٹ بیوپاری چک نمبر ۹۸ منٹگمری میں کاشت حسب شرائط سرکار ۲ مربعوں کی کرتا ہے رشتہ کا طالب ہے۔ [illegible] بذریعہ معرفت منیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور خط و کتابت کریں۔

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر بمطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کے لئے شائع ہوا